وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ
اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے
تم کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

رسولِ وحدت

مُصنّفہ
علّامہ سیّد سلیمان ندوی رح

ناشر
بیگم عائشہ باوانی وقف
پوسٹ بکس ۴۱۷۸ کراچی ۲ (اسلامی جمہوریہ پاکستان)

فہرست

مضمون	صفحہ
وحدتِ الٰہی	۳
سب کا ایک خدا	۵
وحدت کی غلط تعبیریں	۶
پیغمبر اسلام کی تعلیم	۸
تخصیص کا ابطال	〃
مفہوم نبوت کی وضاحت	۱۱
اسلام میں نبوت کا مفہوم	۱۲
وحدتِ کتاب	۱۴
وحدتِ دین	۱۶
انبیاء علیہم السلام کا یکے بعد دیگرے ظہور اور اس کی وجہ	۱۷
آخری کتاب	۱۷
ہندوستان میں روشنی وحدت و بازگشت	۱۸
اسلام کی دعوتِ اتحاد کا صحیح مفہوم	〃
عقیدہ وحدتِ دین اور سیاسی اتحاد	۱۹
وحدتِ انسانیت	۲۰
مرتبہ انسان کا اعلان	۲۱
ہر قسم کی تفریقات کا ابطال	۲۳
اسلام کی تعلیم	۲۷
مسلمانوں کے زوال کا حقیقی سبب	۲۸
اسلام کی طرف آؤ	۲۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

دوست اور دشمن، موافق اور مخالف سب کو تسلیم ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ السّلام کی سب سے پہلی اور آخری خصوصیت توحید کی تعلیم ہے۔ مگر اب تک اس توحید کے لفظ کو ایک خاص اصطلاح میں استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ آپ نے خدائے تعالیٰ کی وحدت کی کامل تعلیم لوگوں کے سامنے پیش کی۔ لیکن آئیے آج ہم اس لفظ کو تحلیل کریں اور دیکھیں کہ آپ نے وحدت کی تعلیم کس کس رنگ سے پیش کی اور کس کس پہلو سے مکمل کی ہے۔

وحدت الٰہی

دنیائے وجود کا سب سے بڑا طلسم وحدت وکثرت کی نیرنگی ہے، ہم کو بظاہر ہر طرف کثرت ہی کی نیرنگیاں نظر آتی ہیں۔ ظاہر بین نگاہیں کثرت کی انھیں نیرنگیوں میں الجھ کر اور واحد کو کثیر سمجھ کر موحد سے مشرک بن جاتی ہے مگر حقیقت شناس نگاہیں کثرت کے رنگا رنگ پردوں کے پیچھے وحدت کا جلوہ دیکھ لیتی ہیں۔ دیکھنے والوں کو آسمان زمین، پہاڑ، جنگل، دریا نظر آتے ہیں۔ پھر آسمان میں آفتاب، ماہتاب، سبع سیارہ اور دوسرے ستارے دکھائی دیتے ہیں، زمین میں انسان، حیوان، درخت، پہاڑوں میں چٹانیں اور غار، دریاؤں میں روانی، سیرابی اور موجیں نظر آتی ہیں۔ تو انسانوں نے ان سب کو کثرت کی جلوہ انگیزیاں سمجھ کر ان میں سے ہر ایک کو اپنا اپنا خدا اور دیوتا بنایا، کسی نے آفتاب کو پوجا، کسی نے ماہتاب کو، کسی نے دریا کو اور کسی نے پہاڑ کو لیکن موحد اعظم کی نگاہوں نے ان کثرتوں کے پیچھے وحدت کا جلوہ دیکھا اور پکار اٹھا کہ میں ان کے نہیں بلکہ ان سب کے ایک اور تنہا خالق کے آگے سر جھکاتا ہوں۔

انی وجہت وجہی للذی   میں نے اپنا منہ ان سب کی طرف سے

فطر السمٰوٰت والارض
حنیفا وما انا من
المشرکین

پھیر کر اس کی طرف کیا جو ان آسمانوں اور
زمین کا خالق ہے موحد بن کر اور میں دوسروں
کو خدائے برحق کا ساجھی نہیں مانتا۔

دنیا کے سارے علوم وفنون اور فلسفہ وسائنس کی تمام شاخوں کی پوری کوششیں اور تحقیقیں صرف اسی ایک اصل کی فرع ہے کہ ان زنگارنگ کثرتوں میں وحدت کی تلاش کی جائے اور اس ایک علت کا پتہ چلایا جائے۔ جس کی تمام کثرتیں اثر اور نتیجہ ہیں جس علم وفن میں جس حد تک حقیقت کی منزل قریب ہوتی جاتی ہے وحدت کا چہرہ نمایاں سے نمایاں ہوتا جاتا ہے

عہد جاہلیت میں انسان ہر کام کا الگ الگ دیوتا مانتا تھا اور سمجھتا تھا کہ دنیا کے تمام افراد اور واقعات کا تعلق علیٰحدہ علیٰحدہ فاعلوں اور موثروں سے ہے اور وہ ان سب کو پوجتا تھا بیماری کا الگ خدا تھا بلکہ ہر بیماری کا ایک ایک الگ دیوتا تھا جس کی پرستش ہوتی تھی۔ جنگ کا الگ، صلح کا الگ، قحط کا الگ، پیداوار کا الگ، علم کا الگ، خیر کا الگ اور شر کا الگ، ایک ایک دیوتا تھا لیکن اس سے پہلے کہ سائنس اس باطل کا انکار کرے دین حق نے اس کے تار پود بکھیر دیئے اور تعلیم دی کہ وہ ایک ہی ہے جو آسمان سے زمین تک سب پر فرمانروا ہے اور ایک ہی کا حکم ہے جو عرش سے فرش تک جاری ہے۔

وھو الذی فی السمآء الٰہٌ وفی
الارض الٰہٌ (زخرف)

اور وہی ایک ہے جو آسمان میں اور وہی
ایک ہے جو زمین میں فرمانروا ہے

یہی وہ حقیقت ہے جو توحید کا مغز و جوہر ہے صلح وجنگ، دولت وافلاس رحمت وزحمت کامیابی، ناکامی، غرض دنیا کے ہر کام اور ہر شئے کا تعلق صرف اسی ایک ذات سے ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے۔

اس تعلیم نے دیوتاؤں، دیویوں، ستاروں، فرشتوں، پیغمبروں، ولیوں اور شہیدوں کی طوائف الملوکیوں کا خاتمہ کر کے آسمان وزمین میں صرف ایک شاہنشاہی قائم کی اور تمام عالم کو ایک نظام

ربانی کے قبول کرنے کی دعوت دی۔ دنیا کے مختلف مذاہب کو لے کر جو انبیائے کرام علیہم السّلام مبعوث ہوئے وہ اسی سب سے بڑی حقیقت کو لے کر آئے مگر افسوس ہے کہ یہ حقیقت پوری طرح واشگاف ہو کر لوگوں کے سامنے نہیں آئی اور جن کے سامنے آئی وہ بھی اسکو بھلاتے رہے آخر دنیا کو دنیا کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار رہا کہ آپ کی بعثت اس حقیقت کو اس وضاحت اور شرح و تفصیل اور تکمیل کے ساتھ پیش کرے کہ دنیا اس کو قبول کر کے پھر بھلا نہ سکے۔

چنانچہ توحید یا وحدتِ الٰہی کی تعلیم جس تفصیل اور تشریح کے ساتھ آپ نے دی وہ آپ کی تعلیم کی امتیازی خصوصیت بن گئی ہے آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے بھی واحد ہے اور اپنی صفات کاملہ کے لحاظ سے بھی واحد و منفرد ہے اور اپنی عبادتوں کے لحاظ سے بھی غیر شریک ہے وہ نہ ۳۳ کروڑ صفات کے جلوؤں میں ۳۳ کروڑ ہے اور نہ تین اقانیم میں منقسم ہو کر واحد ہے اور نہ وہ دو متضاد احوال کی بنا پر دو۲ ہے۔ بلکہ وہ ایک واحد منفرد، منفرد اور غیر شریک ہے نہ کسی پیغمبر کو یہ قدرت ہے کہ وہ اس کی الوہیت میں ذرّہ برابر شریک ہو سکے اور نہ کسی نمرود و فرعون یا کسریٰ و قیصر اور مہاراج کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کی شاہنشاہی اور ربوبیت میں شرکت کا دعوٰی کر کے انا ربکم الاعلیٰ کی آواز بلند کر سکے

سب کا ایک خدا

لیکن توحید کی تکمیل ابھی ایک اور قدم کی محتاج تھی اور وہ یہ تعلیم تھی کہ وہ واحد منفرد جو ہمارا خدا ہے جس طرح وہ اپنی ذات و صفات و عبادت میں واحد منفرد ہے اسی طرح اپنے تعلق کے لحاظ سے بھی منفرد ہے یعنی یہ کہ وہ ہی جو ہمارا ایک خدا ہے وہی ہر ذرّہ سے لے کر آفتاب تک ہر ایک کا واحد خالق و مالک ہے کیڑے مکوڑے پھول بوٹے، حیوان اور انسان سب اس کی مخلوق اور محکوم ہیں تمام کائنات اسی ایک کے قبضۂ قدرت میں ہے پست و بلند نشیب و فراز اور فرش و عرش سب اسی ایک کے زیر فرمان ہیں۔

وحدت کی غلط تعبیریں

بہت سی قوموں نے اس کو ایسا مانا تھا کہ وہ انھیں کا ہے دوسروں کا نہیں۔ انھوں نے انسانوں کے اندر پستی و بلندی اور شرافت و رذالت کے درجے اور مرتبے قائم کر کے یہ یقین پیدا کر لیا تھا کہ وہ صرف بلند و شریف انسانوں کے طبقہ کا واحد خدا ہے اور بقیہ پست و ذلیل مخلوقات اس قابل نہیں کہ وہ اس سے تعلق کی نسبت رکھ سکیں۔ وہ گویا ایک خدا تھا۔ مگر صرف ایک خاندان یا کسی ایک قوم یا کسی ایک مذہب کا خدا دوسروں کا نہیں۔ چنانچہ سپید رنگ، شریف النسل آریہ اس کو صرف اپنے ہی لئے خاص سمجھتے تھے اور پھر وہ بھی ایرانی اور آریہ ورت کے رہنے والوں میں منقسم ہو کر اس طرح دو ہو گئے تھے کہ ان میں سے ہر ایک کو بجائے خود یہی دعویٰ تھا کہ خدا تعالیٰ کی بندگی کے صرف وہی اہل ہیں انتہا یہ ہے کہ اگر ایک (آریہ) کے یہاں لفظ دیوتا الوہیت اور خدائی معنی دیتا ہے تو وہی لفظ دوسرے (ایرانی) کے یہاں بصورت دیو جن و شیطان کے معنی بخشتا ہے اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہ ہندوستان کے دو حصوں شمالی اور جنوبی میں شیو اور وشنو جو دونوں خالق و قیوم کے معنوں میں ایک ہی ذات پاک پر دلالت کرتے ہیں وہ ہندوؤں کے دو حصے کر دیتے ہیں، ایک شیو کو پوجنے والے اور دوسرے وشنو کے ماننے والے۔

پاک نژادانِ ایران کا اہورمزد ان کا خدا تھا مگر ہندو آریوں میں وہ سورج سے زیادہ نہیں، ہندو آریوں میں سے برہمنوں نے اپنا وہ خدا مانا جو صرف انھیں کا خدا تھا۔ جس نے اپنے منہ سے ان کو پیدا کیا اور دوسری ہندو قوموں کو اپنے بازوؤں اور ٹانگوں سے۔

سامیوں کا خدا صرف انھیں کا تھا بلکہ بنی اسرائیل کے نزدیک وہ خاص ان کے خاندان کا تھا خداوند میرے خاوند ابراہیم کا خدا۔ پید ۲۴-۲۷

لے میرے باپ ابراہامؑ کے خدا اور میرے باپ اسحٰق کے خدا۔ پید ۴۴-۹

میں تیرے باپ کا خدا اور ابراہیمؑ کا خدا اور اسحاقؑ کا خدا اور یعقوبؑ کا خدا ہوں۔ خروج ۳-۵

پھر خدا نے موسیٰ سے کہا کہ تو بنی اسرائیل سے یوں کہیو کہ خداوند تمھارے باپ کے خدا ابراہامؑ کے خدا اور اسحاقؑ کے خدا اور یعقوبؑ کے خدا نے مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ خروج ۳- ۱۵

میرے باپ کا خدا ابراہام کا معبود اسحاق کا مسجود اور انھیں کہہ کہ خداوند تمھارے باپ کا خدا ابراہامؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا خدا یوں کہتا ہوا مجھے دکھائی دیا۔ پیدا ۳۱ ۱۵-۱۶

خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تو میرے لوگوں کو جانے دے۔ خروج ۵-۱

فرعون نے کہا کہ خداوند کون ہے کہ میں اس کی آواز سنوں کہ بنی اسرائیل کو جانے دوں، میں خداوند کو نہیں جانتا۔ ۔ ۔ تب انھوں نے کہا کہ عبرانیوں کے خدا نے ہم سے ملاقات کی۔ ۱۷

اور اسے کہیو کہ خداوند عبرانیوں کے خدا نے میرے تئیں بھیجا ہے اور کہتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے۔ ۱۶

وہ میرے باپ کا خدا ہے۔ (خروج ۱۵- ۲)

اس طرز ادا کی وجہ یہ ہے کہ اس قدیم زمانہ میں خدائے برتر کی پرستش صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہی میں منحصر تھی یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے بھی حضرت یعقوبؑ کے سوال پر ان کے بیٹوں کی زبان سے اسی قسم کے فقرے ادا کئے ہیں۔

نعبد الٰھک والٰہ ابائک	ہم آپ کے خدا اور آپ کے باپ دادوں
ابراھیم واسحاق (بقرہ)	ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ کے خدا کی عبادت کریں گے۔

لیکن بنی اسرائیل نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ یہ خدا خاص انھیں کا خدا ہے جس میں دنیا کی کوئی قوم ان کی شریک نہیں اور وہ ان کا خاندانی خدا ہے۔

عیسائیوں کا خدا عیسائیوں کا باپ تھا۔ مگر اس باپ کے کنبہ میں ان کے سوا کوئی دوسرا شریک نہ تھا۔ ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ والا خدا یہاں آ کر صرف کواری ماں کے بیٹے کا باپ رہ گیا ہے جیسا کہ انجیل میں بار بار آیا میرا باپ جو آسمان میں ہے۔

پیغمبر اسلام علیہ السلام کی تعلیم

یہ تھا اس خدائے واحد کا تخیل جو قوموں اور خاندانوں اور شخصیتوں کا خدا بن کر محدود سمجھ لیا گیا تھا اس کے بعد خاتم الانبیا، علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ آپ کی تعلیم نے جہاں وحدت ربانی کے دوسرے پہلوؤں کی تکمیل کی اس وحدت کے مفہوم کو بھی مکمل کیا اور بتایا کہ وہ ایک ہی خدا ہے جو برہما بھی ہے مہیش بھی، وشنو بھی اور شیو بھی۔ یعنی خالق بھی ہے قیوم بھی زندہ کرنے والا بھی ہے اور مارنے والا بھی۔ الذی یحیی ویمیت، وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے وہ کالے گورے آریائی اور سامی، ایرانی اور تورانی، ہندی اور عربی، اسرائیلی اور اسماعیلی، موسوی اور عیسوی ہندو اور مسلمان بلکہ زاہد شب زندہ دار اور فاسق گنہگار سب کا یکساں خدا ہے اور سب اس کے دربار کے یکساں بندے ہیں۔ برہمن ہو کہ شودر یہودی ہو کہ خنتین مختون ہو کہ نامختون، تثلیث پرست ہو کہ موحد آقا ہو کہ غلام، اونچا ہو یا نیچا بندہ ہونے کی حیثیت سے سب اس کے سامنے ایک ہی درجہ رکھتے ہیں۔

مسلمانوں کو ان کے خدا کی طرف سے یہ حکم ہوتا ہے کہ تم دوسرے مذہب والوں سے کہہ دو۔

اِلٰھنا والٰھکم واحد ونحن لہ مسلمون۔

سب اسی کے بندے ہیں اور وہی ایک سب کا خالق و مالک اور محی و ممیت ہے۔ یہاں کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خدا نہیں، قریش کا خدا نہیں، عرب کا خدا نہیں، مسلمانوں کا خدا نہیں بلکہ کل دنیا کا ایک خدا ہے ایک وحدت ربانی ہے جس میں کل بندگان الٰہی باہم یکساں شریک ہیں۔ وہ سب اس کے بندے ہیں اور وہ ایک ان سب کا خدا ہے قرآن کی سب سے پہلی سورۃ کی

سب سے پہلی دعا اور اس دعا کا سب سے پہلا فقرہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو سکھایا یہ ہے۔

الحمد للہ رب العٰلمین ۵
(فاتحہ)

ساری خوبیاں اس ایک خدا کی ہیں جو
سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

ایک ہی ربوبیت ہے جس میں نہ صرف کل دنیا بلکہ کل دنیاؤں کی ساری مخلوقات یکساں شریک ہیں اور اس لحاظ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے ان تمام تفرقوں کو مٹا دیا جو ایک خدا ماننے کے باوجود دنیا کی قوموں اور خاندانوں کو مختلف خداؤں میں تقسیم کر دیتے تھے اور بتا دیا کہ ہم سب کے سب ایک خدائے واحد کے بندے ہونے کی حیثیت سے باہم بھائی بھائی ہیں سید ہوں کہ شیخ یا پرانے خاندانی مسلمان ہوں کہ نومسلم برہمن ہوں کہ چمار۔ یورپین ہوں کہ ایشیائی سب ایک ہی آقا کے غلام اور باہم خواجہ تاش ہیں۔

قل اعوذ برب الناس ملک
الناس الٰہ الناس (الآیۃ)

سارے انسانوں کا پروردگار سب انسانوں
کا بادشاہ اور سب انسانوں کا خدا۔

یہ وہ وحدت ربانی ہے جس کا جلوہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم نے دیکھا اور وہ حقیقت ہے جس کو آپ کی تلقین سے ہم نے سمجھا یعنی یہ کہ وہ ایک ہی شہنشاہ مطلق اور رب العباد ہے جس کی ربوبیت میں تمام مخلوقات ارضی و سماوی، انسانی حیوانی اور تمام دنیا کے خاندان اور نسلیں، قومیتیں اور ملتیں برابر کی شریک ہیں فرمایا

ان ھذہ امتکم امۃ
واحدۃ وانا ربکم
فاتقون ۵

بیشک یہ تم سب کی امت ایک ہی امت
ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں
تو تم سب میرا ادب لحاظ کرو۔

یہ وہ بلند تخیل ہے جس نے نہ صرف عرب و عجم، ترک و تاجیک، زنگ و فرنگ، ہند و سند روم و تاتار، یورپ و ایشیا سب کو ایک ربوبیت واحدہ اور ایک اخوت عامہ میں مربوط و منسلک

کر دیا بلکہ انسانوں اور حیوانوں کو بھی ایک پروردگار کے سامنے سرنگوں کر کے انسانوں کو حیوانوں کی خدمت اور حیوانوں کو انسانوں کی خدمت کا سبق پڑھایا۔

وما من دابۃ فی الارض ولا طائر
یطیر بجناحیہ الا امم
امثالکم (انعام)

نہ تو کوئی زمین میں رینگنے والا جانور ہے اور
نہ کوئی پرندہ ہے جو اپنے دو بازوؤں سے اڑتا
ہے لیکن وہ تمھاری ہی طرح امت ہے۔

وحدت رسالت

وحدت الٰہی کے بعد وحدت رسالت ہے اور اس سلسلہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو اصلاح ہوئی۔ جو غلط فہمیاں دور ہوئیں اور جو بلند تخیل منصب نبوت کے متعلق پیش فرمایا اس کو ذرا تفصیل سے سننے کی ضرورت ہے۔

تخصیص کا ابطال

سب سے بڑی غلطی جو دوسری قوموں سے اس مسئلہ کے متعلق سرزد ہوئی وہ یہ تھی کہ نبوت کو خاص خاص خاندانوں اور قوموں میں محدود اور مخصوص کر دیا گیا تھا۔ آریہ ورت کے ہندو کہتے تھے کہ خدا کی بولی صرف یہیں کے رشیوں اور منیوں نے سنی اور وہ صرف وید کے اوراق میں محفوظ ہے زردشت والے ایرانیوں کے علاوہ سب کو یزداں کے جلوۂ نورانی سے محروم خیال کرتے تھے۔ بنو اسرائیل اپنے سوا کہیں اور کسی نبی یا رسول کی بعثت کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے عیسائی صرف اپنے آپ کو خدا کی فرزندی کا مستحق سمجھتے تھے لیکن اسلام نے اس تخصیص کو خدا کی شانِ رحمت اور عدل و انصاف کے منافی تصور کیا اور قرآن مجید نے متعدد آیتوں میں اس کی تردید کی۔ ایک یہودی حضرت موسیٰ کے سوا سب پیغمبروں کا انکار کر سکتا ہے۔ ایک عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مان کر عیسائی رہ سکتا ہے ایک ہندو تمام دنیا کو شودر کہہ کر بھی پکا

ہندو ہو سکتا ہے ایک زردشتی حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی تکذیب کر کے بھی دینداری کا دعویٰ کر سکتا ہے لیکن ایک مسلمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ جب تک تمام پیغمبروں کو تسلیم نہ کرے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ تنگ خیالی کا دائرہ صرف یہیں تک محدود نہ تھا کہ نبوت کو ملک و قوم اور زبان کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا تھا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ مخصوص کرنے والے خود پیغمبروں میں تفریق کرتے تھے۔ یعنی ان میں سے بعض کو مانتے تھے اور بعض کو نہیں مانتے تھے۔ یہود حضرت عیسیٰ کو نعوذ باللہ کاذب سمجھتے تھے اور ان پر طرح طرح کی تہمتیں لگاتے تھے قریش حضرت عیسیٰ کے نام سے چلّانے لگتے تھے اذا قومک منه یصدون، یہود و نصاریٰ حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ کو صرف بادشاہ سمجھتے تھے اور پیغمبر نہیں مانتے تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب و عجم، شام و ہند، پورب، پچھم، اُتر، دکھن، کی تخصیص کو دور کرتے ہوئے بتایا کہ ہر ایک ملک اور ہر قوم میں خدا کا نور دیکھا گیا اور اس کی آواز سنی گئی ہے اس لئے بلا تفریق و امتیاز دنیا کے تمام پیغمبروں اور رسولوں کو یکساں خدا کا رسولِ صادق اور راستباز تسلیم کرنا چاہیئے۔

مفہوم نبوت کی وضاحت

ایک اور واقعیت جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے، یہ ہے کہ اسلام سے پہلے نبوت و رسالت اور پیغمبری کی کوئی واضح اور غیر مشتبہ حقیقت دنیا کے سامنے نہ تھی۔ یہود کے ہاں نبوت کے معنی صرف پیشین گوئی کے تھے اور نبی پیشینگو کو کہتے تھے جس کے متعلق ان کو یہ یقین تھا کہ اس کی دعا یا بددعا فوراً قبول ہو جاتی ہے چنانچہ تورات کے صحیفہ تکوین میں اس مضمون کی آیتیں موجود ہیں، اسی بنا پر حضرت ابراہیم، حضرت لوطؑ، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی نبوت و رسالت کا ایک دھندلا سا خاکہ ان کے ہاں موجود ہے بلکہ بعض پیغمبروں کے مقابلہ میں بعض کاہنوں کی پیغمبرانہ شان زیادہ نمایاں معلوم ہوتی ہے۔ حضرت

داؤد اور حضرت سلیمان کی حیثیت صرف بادشاہ کی ہے اور ان کے زمانہ کے پیشین گوئی کرنے والے پیغمبر اور ہیں۔

یہود کی طرح نصاریٰ بھی خدا کے سب پیغمبروں کو یکساں تسلیم نہیں کرتے۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ کا یہ قول ہے کہ مجھ سے پہلے جو آئے وہ چور اور ڈاکو تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائی کے نزدیک حضرت عیسیٰ سے پہلے کے پیغمبروں کی حیثیت کیا تھی۔ موجودہ انجیلوں میں نہ خدا کے رسول کی تعریف ہے نہ ان کے تذکرے ہیں، نہ ان کی سچائی اور صداقت کی گواہی، حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰ کا بے شبہ تذکرہ کیا ہے لیکن پیغمبرانہ شان کے ساتھ نہیں۔

اس تخیل کا یہ اثر تھا کہ یہود اور نصاریٰ دونوں اسرائیلی پیغمبروں کی طرف بے تامل نہایت رکیک اور سخیف باتیں منسوب کرتے تھے۔ مثلاً حضرت لوطؑ پر بدکاری کا الزام لگاتے تھے۔ حضرت سلیمان کو گنڈا تعویذ اور عملیات وغیرہ کا موجد سمجھتے تھے حالانکہ سحر اور جادو کو تورات میں کفر قرار دیا جا چکا ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کے علاوہ تمام پیغمبروں کو گنہگار خیال کرتے تھے۔ بلکہ انجیل کے مختلف حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود اور خود عیسائی بھی حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کی نسبت بعض ایسی باتیں کہتے تھے جو ان کی شان عظمت کے سراسر منافی ہیں مثلاً یہود حضرت مریم پر تہمت رکھتے تھے اور انجیل کے طرز سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ احکام عشرہ کے برخلاف اپنی ماں کی عزت نہیں کرتے تھے اور احکام عشرہ کے مطابق ماں باپ کا ادب نہ کرنا بدبختی تھی۔ اسی طرح موجودہ انجیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نماز و روزہ کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

اسلام میں نبوت کا مفہوم

حضرات انبیاء کرام علیہ السلام پر یہود و نصاریٰ کے یہ الزامات صرف اس وجہ سے تھے کہ ان کے مذہب میں نبوت و رسالت کا کوئی بلند تخیل نہ تھا اور نہ انبیاء کی عظمت کی کوئی بلند سطح قائم تھی۔ لیکن اسلام نے دنیا کے تمام پیغمبروں کی عظمت و جلالت کی ایک نہایت بلند سطح قائم کی، اس کے نزدیک گناہوں سے پاکی اور عظمت تمام انبیاء و مرسلین کا مشترک وصف تھا سب

پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ وہ سب خدا کے بخشے ہوئے ایک خاص منصب پر سرفراز تھے، وہ سب دنیا میں اس غرض سے بھیجے گئے تھے کہ خدا کے احکام لوگوں کو سنائیں اور نیکی اور سچائی کا راستہ سب کو دکھائیں وہ سب رہنما ہوشیار کرنے والے خدا کی طرف بلانے والے خوشخبری سنانے والے تعلیم دینے والے خدا کے احکام پہنچانے والے نور، روشنی خدا کے نیک اور مقبول بندے اور اپنے عہد کے سب سے بہتر انسان تھے۔

اسلام میں اگرچہ پیغمبروں کی تعداد معین نہیں ہے تاہم قرآن پاک میں ان کی دو قسمیں ہم کو بتلائی گئی ہیں۔ ایک وہ جن کے ناموں کی تصریح قرآن میں کی گئی ہے اور دوسرے وہ جن کے نام قرآن میں مذکور نہیں، پہلی قسم میں بھی کئی تقسیمیں ہیں، بعض وہ انبیاء ہیں جن کو اہل عرب اور یہود و نصاریٰ سب جانتے تھے مثلاً حضرت ابراہیمؑ وغیرہ بعض وہ ہیں جن سے اہل عرب واقف تھے لیکن یہود و نصاریٰ کو ان کی خبر نہ تھی۔ مثلاً حضرت ہودؑ اور حضرت شعیبؑ بعض ایسے ہیں جن کو یہود و نصاریٰ پیغمبر نہیں مانتے تھے۔ لیکن دراصل وہ پیغمبر تھے۔ مثلاً حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ دوسری قسم میں ہر قوم و ملک کے وہ نیک لوگ داخل ہو سکتے ہیں جن کو ان کے ماننے والے پیغمبروں کا سا درجہ دیتے ہیں جیسے یونان کے سقراط، ایران کے زردشت ہندوستان کے سری رام چندر جی اور سری کرشن جی اور مہاتما گوتم بدھ اور چین کے حکیم کنفوشیوس، وغیرہ، بشرطیکہ ان کی سچی تعلیم میں توحید اور کلیات دین کے سبق موجود ہوں لیکن چونکہ ہم یقینی طور پر ان ملکوں کے پیغمبروں کے ناموں کی تعین نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے پاس تخصیص و تعین کا ذریعہ صرف وحی محمدی ہے اور وہ ان کے ناموں کی نسبت خاموش ہے اس لئے ہر مسلمان کو پہلی قسم کے انبیاء کو نام بنام تفصیلاً اور دوسری قسم کے پیغمبروں کو نام کی تخصیص کے بغیر ماننا ان کی صداقت کو تسلیم کرنا اور اس تسلیم کو ذریعہ نجات سمجھنا لازم ہے۔

ان تمام انبیاء کا دین ایک ہے۔ ان کی تعلیم ایک ہے وہ سب وصف (عصمت) میں شریک ہیں وہ سب خدا کے راستباز بندے تھے ان سب کا ایک ہی مشن ہے اور ان سب

کی زندگی کا ایک ہی طرز ہے اور ان سب کی نبوت کی پہچان یہ ہے کہ وہ ایک ہی دین کی تعلیم دیتے ہیں۔

قرآن پاک کی متعدد آئتیں ہیں جن میں وحدت رسالت کے اس مفہوم کو ادا کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ وہ دنیا کے تمام انبیاء اور پیغمبروں کی یکساں تعظیم و تکریم کریں، اور ان سب کو برابر سمجھیں اور یہ عقیدہ سکھایا گیا ہے۔

لانفرق بین احد من رسلہ ہم خدا کے فرستادوں میں کوئی فرق نہ کریں

اور یہ تعلیم دی ہے کہ دنیا کی تمام قوموں میں خدا کے رسول آئے اور اس کے احکام لوگوں کو سناتے رہے کوئی قوم نہیں جس میں خدا کا فرستادہ نہ آیا ہو اس کے لئے عرب و عجم، روم و شام، بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل ایرانی اور تورانی کی کوئی تخصیص نہیں۔ ان تمام قوموں میں خدا نے اپنے رسول بھیجے اور ہم ان سب کو خدا کا یکساں رسول سمجھیں اس امر کی اسی تعلیم کا اثر ہے کہ مسلمان یہودیوں کے پیغمبروں، عیسائیوں کے رسولوں اور اجمالاً ایران کے نبیوں اور ہندوستان و چین کے ربانی مبلغوں کو صادق راست باز یقین کرتے ہیں۔ خواہ وہ ان کے ناموں کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔

وحدت کتاب

اس عنوان سے وحدتِ ادیان کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے جو اسلام کی وسیع اور بلند ذہنیت کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔

اسلام سے پیشتر دوسرے مذاہب نے اس جانب توجہ نہیں کی تھی یہود تورات کے سوا کچھ نہیں مانتے تھے عیسائی تورات کے احکام کو نہیں مانتے تھے لیکن اس کی اخلاقی نصیحتوں کو قبول کرتے تھے اور تورات کے علاوہ دنیا میں جو اور کتابیں مذہبی حیثیت سے مقدس مانی جاتی تھیں اور جن کا زمانہ انجیل سے پیشتر تھا ان کی عزت اور عظمت نہیں کرتے تھے، پارسی اوستا کے علاوہ اور کسی کتاب کو خدا کا کلام تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اور ہندوستان کے برہمن ویدوں کے سوا

خدائی الہام کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے ۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رواداری اور بے تعصبی اور نقطۂ نظر کی وسعت اس مسئلہ میں ظاہر فرمائی وہ اسلام بلکہ دنیا کی مہتم بالشان تعلیمات میں سے ہے ۔

اس تعلیم کے مطابق ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ قرآن مجید کی طرح گزشتہ پیغمبروں کی کتابوں کو بھی صحیح سمجھے اور ان کو منجانب اللہ تسلیم کرے بما انزل الیک وما انزل من قبلک گویا قرآن پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انبیائے قدیم کی کتابوں پر بھی ایمان لایا جائے اور قدیم کتابوں کی تصدیق نہ کرنے کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تصدیق نہیں کی گئی ہے جس طرح قرآن پر ایمان نہ لانا اسلام میں کفر ہے اس طرح اگلی آسمانی کتابوں کا نہ ماننا بھی اسلام کے نزدیک کفر ہے یہ ادب یہ عزت یہ رواداری کیا اسلام کے باہر کہیں مل سکتی ہے ۔

آسمانی کتابیں اگرچہ غیر محدود ہیں تاہم تخصیص کے ساتھ جن کتابوں کے نام قرآن مجید میں آئے ہیں وہ چار ہیں ۔ تورات یا صحف موسیٰ ، زبور ، انجیل اور قرآن ان کے علاوہ ایک جگہ حضرت ابراہیم کے صحیفوں کا ذکر آیا ہے لیکن ان کے نام نہیں بتائے گئے ہیں ، بعض آیتوں میں صرف اگلے صحیفوں یا اگلوں کی کتابوں کا حوالہ آیا ہے بعض آیتوں میں دوسری قسم کے پیغمبروں کی طرح کتابوں کا بھی اجمالی ذکر آیا ہے یعنی ان کے ناموں کی تصریح نہیں کی گئی ہے لیکن ہر حال ہر جگہ ان کی صداقتوں کو یکساں تسلیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے قرآن مجید پر ایمان لانے والے مسلمان مجبور ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کی ان کتابوں کو جن کے نام قرآن نے بتائے ہیں تفصیلاً اور جن کے نام نہیں بتائے گئے ہیں ناموں کی تخصیص کے بغیر اجمالاً خدا کی کتابیں سمجھیں اس لئے ایسی اگلی کتابوں کو جن میں آسمانی تعلیمات کی خصوصیتیں پائی جاتی ہوں گو ان کا ذکر قرآن میں نہ ہو جھوٹا نہ کہیں کیونکہ ان کا بھی خدا کی کتاب ہونا ممکن ہے ۔ گو قطعیت کے ساتھ ان کا فیصلہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ قرآن نے ان کے نام نہیں بتائے ہیں ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا ہو گا کہ اسلام نے دنیا کے تمام مذاہب حقہ کو ایک ہی سمجھا ہے ۔ کیونکہ خدا جو ان تعلیمات کا سرچشمہ ہے ایک ہی ہے تمام رسول اور پیغمبر جو اس سرچشمہ سے سیراب

ہیں مقصد کے لحاظ سے متحد ہیں یعنی سب کا مبدأ ایک اور تعلیم ایک ہے اس لئے تمام کتابیں جو ان رسولوں کے ذریعہ سے دنیا کو دی گئیں اور جو احکام انھیں بتائے گئے وہ بھی یقیناً ایک تھے اس حقیقت کو کہ تمام رسولوں کی تعلیم ایک تھی قرآن مجید میں متعدد جگہ صاف صاف بیان کیا گیا ہے اس بناء پر اسلام اسی ایک مذہب کا نام ہے جو حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک باری باری پیغمبروں کے ذریعہ سے آتا رہا اور انسانوں کو اس کی تعلیم دی جاتی رہی۔

وحدتِ دین

عام مذہب کا خیال ہے کہ جو مذاہب اس وقت پھیلے ہیں وہ ایک دوسرے سے الگ ہیں لیکن اسلام کا دعویٰ یہ ہے کہ تمام سچے مذاہب درحقیقت ایک ہی ہیں ایک ہی پیغام ہے جو آدم سے لیکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سنایا جاتا رہا مایقال لک الا ماقد قیل للرسل۔

اس مقام پر ایک نکتہ بیان کرنے کے قابل ہے، قرآن مجید نے ہمارے سامنے دو لفظ پیش کئے ہیں، دین اور شریعۃ جس کو منسک اور منہاج بھی کہتے ہیں دین سے مراد مذہب کے وہ بنیادی امور ہیں جن پر تمام مذاہب حقہ کا اتفاق ہے، مثلاً خدا کی ہستی، اس کی توحید، اس کے صفات کاملہ انبیاء کی بعثت، خدا کی خالص عبادت، حقوق انسانی، اخلاق اچھے اور برے اعمال کی بازپرس جزاء وسزا یہ وہ اصل دین ہے جس میں تمام پیغمبروں کی تعلیم یکساں تھی اس کو لے کر اوّل سے آخر تک تمام انبیاء آئے اس میں زمان ومکان کے تغیر کو کوئی دخل نہیں نہ قوم وملک کے اختلاف سے اس میں کوئی اختلاف ہوا وہ ہر زمانہ اور ہر مقام میں یکساں رہا اور وہاں کے پیغمبروں نے اس کی یکساں تعلیم دی، اب اگر اس میں کسی جہت سے کوئی اختلاف ہوا تو یا تو طریقۂ تعبیر کی غلطی ہے یا باہر کی چیزیں اس میں مل گئی ہیں اور اس کی اصلی حالت میں تغیر پیدا ہو گیا ہے۔

دوسری چیز یعنی شریعہ منہاج اور منسک وہ جزئیات احکام ہیں جو ہر قوم و مذہب کی زمانی

ومکانی خصوصیات کے سبب سے بدلتے رہے ہیں مثلاً عبادت الٰہی کے طریقوں میں ہر مذہب میں تھوڑا تھوڑا اختلاف ہے عبادت کی سمتیں الگ الگ ہیں، اعمال فاسد کے انسداد کی تدبیریں جدا جدا ہیں اب قرآن کے نقطۂ نظر سے مذاہب کے اختلاف کا یہ مطلب ہے کہ اصل دین جو ازلی سچائی اور ابدی صداقت ہے ناقابل تبدیل اور ناقابل تغیر ہے البتہ متفقہ حصول مقصد کے راستے اور طریقے مختلف پیغمبروں کے زمانوں میں اگر اصلاح اور تبدیل کے قابل پائے گئے تو بدلتے رہے ہیں دنیا میں انبیاء علیہم السلام کا وقتاً فوقتاً ظہور اسی ضرورت سے ہوتا رہا ہے کہ وہ اسی ازلی اور ابدی صداقت کو دنیا کے سامنے پیش کرتے رہیں اور دین کو اصل مرکز پر قائم رکھیں اور ساتھ ہی اپنی قوم وملک اور زمانہ کے حالات کے مطابق خاص احکام اور جزئیات جو ان کے لئے مناسب ہوں ان کو بتائیں اور سکھائیں۔

انبیاء کا یکے بعد دیگرے ظہور اور اس کی وجہ

انبیاء علیہم السلام کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاحب شریعت نبی کے بعد دوسرا صاحب شریعت نبی اسی وقت بھیجا گیا ہے جب پہلا صحیفۂ وحی کھو گیا ہے یا ذہنی تحریفات اور دستی تصرفات سے ایسا بدل گیا ہے کہ اصلیت مشتبہ ہو گئی ہے حضرت ابراہیم کے صحیفے گم ہو جانے کے بعد حضرت موسیٰ پر تورات نازل ہوئی اور جب اس میں اختلافات پیدا ہوئے تو زبور وغیرہ مختلف صحیفے آتے رہے جو عہد نامۂ قدیم میں موجود ہیں پھر اس کی تکمیل کے لئے انجیل آئی اور جب اس میں بھی انسانی تصرفات کا دخل ہو گیا تو قرآن اترا۔

آخری کتاب

مگر قرآن اس دعویٰ کے ساتھ اترا ہے کہ اب اس کے بعد کسی دوسری آسمانی کتاب کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ہمیشہ کے لئے تحریف وتبدیل سے محفوظ کر دی گئی ہے اور اس کی

حفاظت کا وعدہ خود خدا نے کیا ہے اور یہ وہ وعدہ ہے جو دنیا کی کسی آسمانی کتاب کے لئے خدا نے نہیں فرمایا تھا اس سے معلوم ہوا وہ دنیا کی آخری کتاب اور اس کا رسول دنیا کا آخری پیغمبر ہے اب جو کچھ فیض دنیا کو پہنچے گا اسی کے ذریعہ پہنچے گا۔

ہندوستان میں روشنی وحدت و بازگشت

چنانچہ صرف ایک ملک ہندوستان پر غور کیجیے۔

مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے کے بعد ہندوؤں میں بہت سے ایسے مصلح پیدا ہوئے جنہوں نے بت پرستی کے خلاف توحید کا وعظ کہا اور لوگوں کو اس دین کی دعوت دی، چودہویں صدی عیسوی میں رامانند سنیاسی نے اصول توحید پر ایک نئی جماعت قائم کی جس کا خیال یہ تھا کہ دنیا کے تمام مذاہب کا سرچشمہ ایک ہے، پندرہویں صدی میں کبیر نے ہندوؤں کی بت پرستی اور دھرم شاستری کا خاکہ اڑایا اور مسلمانوں کو ان توہمات سے آگاہ کیا جن میں وہ مذہب کے نام سے گرفتار ہو گئے تھے اس طرح ہندو اور مسلمان کے مذہبی تفریقات کو بالائے طاق رکھنا کبیر کا خاص مقصد معلوم ہوتا ہے جو اسلام کی تعلیم کا مقصد اولین تھا، سکھ مذہب کی ابتدا بھی اسلامی اثر کے ماتحت معلوم ہوتی ہے اور اب بھی جہاں کہیں سے یہ آواز آرہی ہے وہ اسلام ہی کی صدائے بازگشت ہے۔

اسلام کی دعوتِ اتحاد کا صحیح مفہوم

ان تاریخی حقائق سے واضح ہوا ہوگا کہ اسلام نے وحدت دین کا جو تخیل پیش کیا ہے وہ قدیم زمانہ سے لے کر آج تک مختلف ملکوں میں کس طرح پیدا ہوتا رہا ہے اور دنیا میں جو راز سب سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کھولا گیا، اس کی عملی شکلیں آپ کے بعد کہاں کہاں اور کیونکر ظاہر ہوئیں اسی بنا پر قرآن مجید کا وہ دعویٰ کس قدر

صحیح اور واقعیت سے لبریز ہے جو اہل کتاب کے سامنے کیا گیا ہے اور جس میں بتایا گیا ہے کہ ہمارے اور تمہارے راستوں میں جو اختلاف ہے اس کے ذمہ دار ہم اور تم خود ہیں ورنہ ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان جھگڑا نہیں ہے جھگڑا تو جب تھا جب اصول میں اختلاف ہوتا اصول کو تو سب قبول کرتے ہیں البتہ فروع میں اختلاف ہے اور فرعی اختلافات کوئی اختلاف نہیں، یہود و نصاریٰ جنھوں نے اپنی فرقہ بندیوں سے دین میں تفریق پیدا کر دی تھی قرآن نے ان کو اصل دین یعنی "دین قیم" کی طرف بلایا جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا دین تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا "کہ تم سے وہ کہا گیا ہے جو تم سے پہلے پیغمبروں سے کہا گیا۔ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ تمہارا دین وہی ہے جو حضرت نوح اور حضرت ابراہیم وغیرہ کا تھا ساتھ ہی اس وحدتِ دین کا دوسرا رُخ بھی اسی طرح سامنے رکھا گیا کہ جزئیات کے اختلاف کو چنداں اہمیت نہیں دی گئی۔ چنانچہ قبلہ وغیرہ کے تعین کے سلسلے میں اس حقیقت کو صاف طور سے واضح کیا گیا۔ حالانکہ یہی چیزیں تھیں جن کی بنا پر یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کو برسرِ بازار باطل کہا کرتے تھے۔ قرآن نے اصل مقصد کے مقابلہ میں ان چیزوں کو نظر انداز کیا۔

عقیدۂ وحدتِ دین اور سیاسی اتحاد

وحدتِ دین کی تعلیم کا ایک عملی اثر بھی تھا جو اور مذاہب میں نظر نہیں آیا۔ اور یہ ایسی چیز ہے جس کو مذہب کے حدود سے باہر حکومت کے قوانین اور احکام میں تلاش کرنا چاہیئے۔ یہودیوں کی نظر میں دنیا میں صرف دو ہی قومیں تھیں بنو اسرائیل اور غیر بنو اسرائیل اور انہی دونوں قسموں پر ان کے قانون کی بنیاد تھی۔ عیسائیوں میں مذہبی حیثیت سے مسیحی، یہود اور بت پرست تین قومیں تسلیم کی جاتی تھیں لیکن چونکہ ان کے مذہب میں قانون نہیں ہے اس لئے وہ اکثر امور میں رومن لا کے ماتحت رہے لیکن رومن عیسائیوں میں بھی دو ہی تقسیمیں تھیں رومی اور غیر رومی۔ پارسیوں میں ایرانی اور غیر ایرانی کی تفریق تھی ہندو اونچ نیچ ذاتوں میں بٹے ہوئے تھے۔

لیکن اسلام نے وحدتِ دین کے تخیل کی بنا پر قانون کی حیثیت سے دنیا کی قوموں کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور ان کے علیحدہ علیحدہ حقوق قرار دیئے۔ جن پر برابر تیرہ صدیوں میں عمل ہوتا رہا۔ مسلمان، اہلِ کتاب، شبہ اہلِ کتاب، کفار اور مشرکین ان قوانین کی وجہ سے دنیا میں امن وامان اور مسلمانوں میں رواداری پیدا ہوئی اور وہ اس قابل ہوئے کہ اپنے مذہبی عقائد پر سختی سے پابند رہنے کے باوجود دنیا میں دوسری قوموں کے ساتھ میل جول پیدا کریں اور "تعاون عمل،، کے لئے تیار ہوں مجوسیوں، صابیوں، یہودیوں عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر مختلف ملکوں میں ان ملکوں کے مناسب مختلف تمدنوں کی بنیاد رکھنے کی قوت پیدا کرنا اسی عقیدہ کا کرشمہ تھا۔

وحدتِ انسانیت

توحید کی تکمیل کے سلسلہ میں دو چیزیں ابتدا، اور انتہا مانی جاسکتی ہیں ابتدا، خدا کی حقیقی عظمت سے ہوتی ہے۔ اور انتہا انسان کے اصلی مرتبہ پر۔ مشرک، بُت پرست، ستارہ پرست، فطرت پرست، بتوں کو سجدہ کر کے پتھروں کو پوج کے، درختوں کے آگے جُھک کے، جانوروں کو دیوتا جان کے جنات اور خبیث روحوں کی دہائی پکار کے آسمانی مخلوقات کو ارباب جان کے، انسان کو خدا کہہ کے حقیقت میں اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ انھوں تے انسان کے رتبہ اور حیثیت کو نہیں پہچانا دراصل انسان کو پتھروں سے، جانوروں سے، درختوں سے، دریاؤں سے، پہاڑوں سے اور چاند تاروں سے کم تر جانتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ چاند اور سورج ان کے لئے نہیں بلکہ وہ چاند اور سورج کے لئے بنے ہیں۔ چاند، سورج، دریا، جانور، آگ غرض فطرت کے تمام مظاہر سورج سے لے کے زمین کے رینگنے والے کیڑوں تک سب ان کے آقا

ہیں، اور وہ ان کی غلامی کے لئے پیدا ہوئے ہیں، انسانی برادری بھی دیوتاؤں کی حکومت کی وجہ سے اونچی نیچی بلند وپست، شریف و رذیل مختلف طبقوں اور ذاتوں میں منقسم ہو گئی تھی کوئی پرمیشور کے منہ سے کوئی ہاتھ سے اور کوئی پاؤں سے پیدا ہوا تھا اس لئے سب کے درجے برابر نہ تھے مساوات انسانی کا نام نہ تھا، مختلف جنسیں تھیں جنکا متحد ہونا ممکن ہو گیا تھا، بابل، مصر، ہندوستان اور ایران کے جبار و ستمگر و شاہنشاہ اپنے بنی نوع سے اس قدر اونچے ہو گئے تھے کہ ان کا عزل و نصب انسان کے ہاتھ میں نہ تھا بلکہ دیوتاؤں اور فرشتوں کے ہاتھ میں تھا بلکہ وہ خود دیوتا اور رب اعلیٰ ہونے کے مدعی تھے۔

مرتبۂ انسان کا اعلان

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر خدا کے سوا ہر شے کا خوف انسانوں کے دلوں سے نکال دیا۔ دنیا کے تمام پست وبلند اور نشیب وفراز کو برابر کیا۔ قوموں اور ذاتوں کا امتیاز اٹھا دیا دولت، فقر، رنگ و روپ، نسل، قومیت کے نشانات مٹ گئے اور فخر و غرور اور جبر و ظلم کا بازار سرد پڑ گیا سب انسان خدا کے بندے سب اس کے سامنے برابر، سب باہم بھائی بھائی اور سب حقوق کے لحاظ سے یکساں قرار پائے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بتایا کہ رات، دن، آفتاب، ماہتاب، ستارے، جانور، دریا، آگ، درخت غرض کائنات کی ہر چیز انسان کے لئے بنی ہے اور وہ انسان کی خدمت گذاری میں مصروف ہے پھر اس انسان سے بڑھ کر اور کون نادان ہے جو اپنے خدمت گذاروں میں سے کسی کو اپنا معبود بنائے۔

انھوں نے اپنی وحی کے ذریعے سے دنیا کو یہ نکتہ سمجھایا کہ انسان اس عالم خلق میں تمام مخلوقات سے اشرف ہے وہ خدا کی نیابت کا فرض انجام دینے آیا ہے اس کا سر خلافت الٰہی کے تاج سے ممتاز ہے! کروڑوں مخلوقات الٰہی میں خدا کی امانت کا حامل وہی ہوا، یہ منصب نہ فرشتوں کو ملا، نہ آسمانوں کو، نہ زمینوں کو، اور نہ پہاڑوں کو، قرآن مجید نے کہا کہ انسان بزرگیوں سے سرفراز، عالم مخلوقات میں سب سے برتر اور انعام و اکرام سے معزز ہے اس میں بر و بحر پر چھا جانے کی قوت ہے اس کی ہستی، معتدل قویٰ اور بہترین اندازے کے ساتھ مخلوق ہوئی ہے وہ کائنات میں خلیفۃ اللہ بن کر آیا ہے تو اب وہ کائنات میں خدا کے سوا کس کو سجدہ کرے؟

غرض محمد رسول اللہ کی تعلیم نے انسان کی پیشانی کو ہر چوکھٹ سے اٹھا کر صرف ایک خدا کے آستانہ پر جھکا دیا اور بتا دیا کہ دنیا کی ساری چیزیں انسان کے کام میں لگی ہوئی ہیں اور اس کے لئے بنی ہیں اب بتاؤ کہ وہ زمین کی کس ہستی کے سامنے اپنا سر جھکائے؟

دنیا نے انسانیت کی اس بلند سطح حقیقت شناسی کے اس اعلیٰ تخیل اور ادائے فرض کے اس قوی احساس تک جو ترقی کے قدم اٹھائے ہیں ان کا مبداء اور دیباچہ بھی قرآنی تعلیمات تھیں۔ جنھوں نے انسان کی حقیقت اس پر آشکار کر کے اس کو خود شناس بنایا۔ ادائے فرض کی صورتیں سمجھائیں۔ افراد و اقوام کی شیرازہ بندی کی اور ان کو ایک سطح پر لا کر یک رنگی کا لطف پیدا کیا، یہی چیز تھی جس سے بکری اور اونٹ چرانے والے انسان، عالم کے گلہ بان بن گئے۔ ریت کے ذروں سے کھیلنے ولے بدوی سیم و زر اور تخت و تاج پر بازی لگانے لگے، صحرا کی پشت پر لیٹنے والی قومیں کیوان کی چھت پر مسہریاں بچھاتی تھیں اور چند نخلستانوں کے مالکوں کا نعرہ چار دانگِ عالم کوسِ لمن الملک بجاتا تھا۔

ہر قسم کی تفریقات کا ابطال

انسانوں نے فخر و غرور سے اپنی ایک متحدہ انسانیت کو سینکڑوں حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا بادشاہوں نے خدائی کا رتبہ پایا تھا اور ان کو سجدے کئے جاتے تھے ان کے احکام خدائی فرامین کی صورت رکھتے تھے بابل کے نمرود اور مصر کے فرعون جو انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگاتے تھے۔ محمد رسول اللہ ہی کی آواز تھی جس نے ان کو ان کے تخت جبروت سے اتار کر عام انسانوں کے درجہ میں لا کر بٹھایا۔ اور خدا کے سوا کسی کو شہنشاہ اور بادشاہ کہنا بھی ناپسندیدہ قرار دیا۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح اہل مذاہب نے رسولوں، ولیوں اور شہیدوں کو خدائی اور الوہیت تک پہنچا دیا تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کو بندگی اور عبودیت ہی کے مختلف مدارج اور مراتب پر متعین کیا اور سب کو یکساں خدا کا بندہ اور فرمانبردار قرار دیا۔

قوموں نے بھی اپنے لئے الگ الگ رتبے اور درجے قائم کر لئے تھے بنی اسرائیل اپنے کو خدا کا کنبہ کہتے تھے، ہندوؤں میں برہمن خدا کے منہ سے راجپوت اس کے بازوؤں سے، شودر اس کی ٹانگوں سے پیدا ہوئے تھے۔ روم میں رومن خاص بادشاہی کے لئے اور تمام غیر رومن صرف غلامی اور خدمت گاری کے لئے تھے۔ اس طرح قوموں میں پستی و بلندی، عزت و ذلت پاکی و ناپاکی کی وہ امتیازی دیواریں قائم تھیں جنھوں نے ایک انسانیت کو سینکڑوں انسانیتوں میں منقسم کر دیا تھا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی آواز تھی جس نے امتیازی تفریق کی ان مدعی قوموں کو سب سے پہلے یہ خطاب کیا۔

بل انتم بشر ممن خلق	تم بھی خدا کی دوسری مخلوقات میں سے انسان ہو۔

اور تمام امتیازات کی دیواروں کو دفعتاً منہدم کر کے سب کو انسانیت کی ایک سطح پر لا کھڑا کر دیا۔ فرمایا

یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من	اے انسانو! ہم نے تم کو خاندان
ذکر و انثیٰ وجعلنٰکم شعوبا و	اور قبیلے بنا کر اس لئے پیدا کیا کہ تم
قبائل لتعارفوا ان اکرمکم	آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو بیشک
عند اللہ اتقٰکم	خدا کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ
حجرات	ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے

قومیت. خاندان اور پیدائشی بزرگی اور بڑائی کے تمام امتیازات کا آج خاتمہ ہو گیا اور ہندو برہمن، یہودی، لاویوں اور عیسائی پوپوں کو اسی طرح سطح وجود سے مٹا دیا گیا جس طرح دوسری طرف نمرودوں، فرعونوں قارونوں اور ہامانوں کو مٹا دیا تھا۔

ایک آدم سے تمام انسانی قوموں کا پیدا ہو کر پھیلنا اسلام سے پہلے یہودیوں اور عیسائیوں میں محض آغاز پیدائش (کسموگریفی) کے ایک نظریہ کی حیثیت رکھتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اخلاقی تعلیم کا سنگ بنیاد قرار دے کر اس پر انسانی وحدت کی وہ عظیم الشان عمارت کھڑی کی جو انشاء اللہ اب کبھی منہدم نہ ہو گی۔ مغرور عربوں کے سب سے بڑے مجمع میں کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا۔

ان اللہ اذھب منکم عصبیۃ	اللہ نے جاہلیت کا غرور اور باپوں
الجاھلیۃ وفخرھا بالاٰباء کلکم	پر فخر کا دعویٰ باطل کر دیا تم سب ایک
بنو آدم و آدم من تراب	آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے تھا۔

عرب کو عجم پر، عجم کو عرب پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر جو امتیاز کا دعویٰ تھا۔ آج وہ باطل ہو گیا اور اعلان ہوا۔

لا فضل لعربی علی عجمی ولا	عرب کو عجم پر فضیلت نہیں اور نہ
لعجمی علی عربی	عجم کو عرب پر۔
لا فضل لاحمر علی اسود ولا	نہ گورے کو کالے پر فضیلت ہے
لاسود علی احمر	اور نہ کالے کو گورے پر۔

غرض یہ وہ تعلیم تھی جس نے تمام انسانوں کو ایک ایک کر دیا۔ عرب ہوں کہ عجم، فرنگ ہوں کہ زنگ، ہندو ہوں کہ چینی سب انسانی اخوت کی ایک ہی صف میں دوش بدوش کھڑے ہو گئے۔ توحید اور عموم رسالت کے اقرار پر کل دنیا کے انسان باہم بھائی بھائی قرار پائے تقویٰ کے سوا ہر پیدائشی اور فرضی امتیاز باطل ہو گیا اور دنیا کو یہ ندا دی گئی۔

لا تحاسدوا ولا تباغضوا	ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ اور نہ ایک
وکونوا یا عباد اللہ	دوسرے سے کینہ رکھو اور اے خدا
اخوانا۔	کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ

ان عظیم الشان غلطیوں میں سے جن میں لوگ ہمیشہ سے مبتلا تھے ایک یہ تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ دین اور دنیا دو مختلف چیزیں ہیں دونوں کا دائرہ الگ الگ ہے جو دین کو اختیار کرتا ہے وہ دنیا سے علیٰحدہ ہو جاتا ہے اور جو دنیا و زخارف دنیا پر نظر ڈالتا ہے اس کے ہاتھ سے دین کا دامن چھوٹ جاتا ہے اس خیال نے اگرچہ ایران، ہندوستان، چین اور دیگر ممالک مشرقیہ میں عملی شکل اختیار کر لی تھی اور راہبان صومعہ نشین و پادشاہان لشکر شکن کے حدود زندگی اور دائرۂ عمل میں ایسی حد فاصل قائم کر دی تھی کہ دونوں

کا اجتماع و تعاون تقریباً ناممکن ہو گیا تھا۔ تاہم اس سلسلہ میں زیادہ قابل توجہ وہ قومیں تھیں جو اپنے کو صحائف آسمانی کا پیرو اور سفیران الٰہی کا مخاطب اوّل سمجھتی تھیں۔ ہندو، بدھ، کنفوشی اور زرتشتی نقطہ ہائے نظر سے زیادہ قابل غور وہ تخیل تھا جس میں انسانوں کی تقسیم کر دی گئی تھیں کہ ان میں کچھ دین کے کارکن تھے اور کچھ دنیا کے ہندوؤں میں خلقۃً برہمن دین کے لئے راجپوت بادشاہی کے لئے ویش بیوپار اور کاشت کاری کے لئے اور شودر محنت و مزدوری کے لئے تھے اور ان کی عمروں کی بھی تقسیمیں کر دی گئی تھیں کہ تیس برس تعلیم کے اور تیس برس کمانے کے اور تیس برس عبادت کے۔ بودھوں میں بھکشو الگ کر دیئے گئے تھے جن کا کام صرف دھرم سیوا تھا اور دنیا دار الگ تھے جو دنیا کا کاروبار کرتے تھے اور جن پر بھکشوؤں کے تمام اخراجات کا بار تھا۔

یہودیوں میں لاوی دین کے کاہن تھے وہ دنیا کے کاموں سے الگ رکھے گئے تھے وہ خاندانی ترکہ و وراثت سے بھی محروم تھے کہ یہ دنیا کی چیزیں تھیں اور باقی لوگ دنیا دار تھے۔ عیسائیوں نے اس امتیاز اور تفریق کی دیوار کو اور زیادہ بلند کر دیا تھا انھوں نے تو خدا اور قیصر اپنے دو حکمران فرض کئے تھے اور یہ تعلیم پائی تھی کہ جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو اور جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو۔

یہود و نصاریٰ نے اس غلط خیال کے مطابق اپنے کو ڈھالنے کی جس طرح کوشش کی اس کی عملی شکل دو متضاد طریقوں سے ظاہر ہوئی یعنی یہود نے عقبیٰ کا حاصل دنیا کو سمجھا اور نصاریٰ نے عقبیٰ کو، یہود کی حکومت و سلطنت مال و دولت اور تمام سودی کاروبار کا مبنیٰ صرف یہ خیال تھا کہ انسان کے

اعمال و افعال کا مرجع دنیا ہے اس لئے انھوں نے دین کو بالائے طاق رکھ کر اپنی توجہ تمام تر دنیاوی چیزوں تک محدود رکھی۔ اور ہر نیکی کا معاوضہ اسی دنیا کی نعمت کو سمجھا اور اسی لئے ان میں ایک بڑا فرقہ وہ تھا جو صرف دنیاوی انعامات پر اعتقاد رکھتا تھا اور آخرت کا قطعاً منکر تھا بخلاف اس کے اگلے نصاریٰ نے زخارف دنیوی کو ہاتھ نہیں لگایا وہ ہر نعمت کو آسمانی بادشاہت میں تلاش کرتے رہے اس نے راہبانہ طریقہ زندگی اور زاہدانہ طرز معیشت اختیار کیا۔

اسلام کی تعلیم

لیکن پیغمبر اسلام علیہ السلام کے ذریعہ سے جب اسلام آیا تو اس نے دنیا کی اس قدیم غلط فہمی کو دور کیا اور بتایا کہ یہ دونوں چیزیں دو نہیں بلکہ ایک ہیں۔ دین دنیا ہے اور دنیا دین ہے۔ دین میں جب خواہشات نفسانی شامل ہوں تو دنیا ہو جاتا ہے اور دنیا میں احکام الٰہی کا تتبع پیش نظر ہو۔ تو دین ہو جاتی ہے اسی طرح جو چیز ان دونوں کے درمیان حد فاصل قائم کرتی ہے وہ انسان کا نقطۂ نظر ہے اگر وہ صحیح ہو تو پھر یہ حد بھی قائم رہتی ہے۔ اور دونوں چیزیں ایک ہو جاتی ہیں وہی حکومت و سلطنت جس کو دنیا سمجھا جاتا ہے اگر وہ خدا کی مرضی کے لئے کی جائے تو دین ہو جاتی ہے مال و دولت جمع کرنا دنیا ہے لیکن اگر احکام الٰہی کے تحت ہیں اس، سے حق والوں کی خدمت پیش نظر ہو تو دین ہو جاتا ہے۔ خودکشی دنیا ہے۔ لیکن اگر احکام خداوندی کی تعمیل میں کوئی اپنی جان فدا

کرے تو شہادت کی شکل پا کر دین ہو جاتی ہے۔

پیغمبر اسلام فداہ ابی امی نے عملی شکل میں ہم کو یہ صورت تبلائی۔ آپ کی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ قیام لیل، عبادت شبانہ، تلاوت قرآن، تبلیغ احکام، غزوات و فتوحات، مہمات سلطنت کی مصروفیت غرض آپ کی سیرت کا ایک ایک واقعہ دین بھی تھا اور دنیا بھی عین اسی وقت جب آپ پر سکندر و قیصر ہونے کا دھوکا ہوتا تھا آپ سفیر الٰہی اور فرشتۂ یزدانی نظر آتے تھے آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور صحابہ رضوان اللہ علیہم نے بھی اس نکتہ کو واضح کیا اور ان کے تمام زریں کارناموں کے اندر وہی روح نظر آئی جو دین اور دنیا کی ترکیب و امتزاج سے پیدا ہوئی تھی اور جو قرآن پاک کے منشاء کے عین مطابق تھی قرآن مجید نے متعدد آیتوں میں انسانی اعمال کی جزاء کو دنیا اور دین دونوں سے متعلق فرمایا ہے یعنی یہ بتایا ہے کہ انسان کو نیکی یا بدی کا پھل دنیا میں بھی ملتا ہے اور عقبیٰ میں بھی ملے گا یہ نکتہ صحابہ کرام کے بعد عرصہ تک مسلمانوں کے پیش نظر رہا۔ اور جب تک وہ اس کو سمجھتے رہے ان کے تمام اعمال و افعال میں تکمیلی رنگ نمایاں رہا۔ ان کی دنیا عین دین رہی اور دین عین دنیا۔

مسلمانوں کے زوال کا حقیقی سبب

لیکن جب سے اس نقطۂ نظر میں تبدیلی واقع ہوئی ان کے کام ابتر ہو گئے اور ان میں اسلام کے بجائے یہودیت اور نصرانیت کا رنگ جھلکنے لگا۔ ان میں اہل کتاب کی طرح دین اور دنیا دو مستقل اور جداگانہ چیزیں قرار پائیں۔

بعض علانیہ دنیا کو اختیار کر کے دین سے غافل ہو گئے اور یہود کے خیال کو زندہ کر دیا۔ بعض نے ترک دنیا کر کے گوشہ نشینی کو ترجیح دی اور عیسائیوں کی راہبانہ زندگی کی یاد تازہ کر دی۔ اس کی ایک محسوس اور بین مثال خلافت کے حدود میں ملتی ہے پہلے خیال کے تسلط کے زمانہ میں خلیفہ دینی مقتدر اور دنیاوی سردار کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا تھا لیکن جب دوسرا خیال مستولی ہوا تو ملوکیت اور پاپائیت کی صورت پیدا ہو گئی یعنی مذہبی پیشوا الگ ہو گئے اور دنیاوی حکومت سلاطین کے قبضہ و اقتدار میں چلی گئی۔ اس تفریق نے مسلمانوں کی قومی قوت کو اور اجتماعی شیرازہ کو جس طرح توڑا اور منتشر کیا اس کے شواہد تاریخی دفتر سے باہر ان کی موجودہ حالت کے اندر آج بھی ملتے ہیں۔ جن کو ماہرین فلسفہ و تاریخ کے علاوہ امراض قومی کا ہر نبض شناس آج بھی سمجھ سکتا ہے اور جب کہ ہم اپنی موجودہ ابتری اور پستی کا احساس کر کے اس مرکزی خیال کی طرف عود کریں جو ہماری ترقی، سرسبزی اور تفوق کا ضامن تھا جس کے اندر اسلام کی روح جلوہ گر تھی اور جو یہودیت و عیسائیت سے بالکل علیحدہ تھا۔

آج مسلمان قومیں یا تو یہودی تخیل کا شکار ہیں اور یا عیسوی تخیل کا۔ محمدی دعوت آج اکثر ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے آج ممبر اور تخت دو سمجھے جاتے ہیں اور سپہ سالار اور امام نماز دو گروہ ٹھہرائے جاتے ہیں حالانکہ ہمارا ممبر اور تخت ایک تھا اور ہمارے سپہ سالار ہی ہماری نماز کے امام ہوتے تھے۔

اسلام کی طرف آؤ

مسلمانوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کو ایک مدت سے

فراموش کر دیا ہے انھوں نے بھی دین و دنیا کے حدود مقرر کر لئے ہیں اور خدا اور قیصر دو شہنشاہوں کی رعایا بن گئے ہیں وہ سلطنت و حکومت اور تجارت و کسب زر اور تعلیم ہنر کو دنیا کا کام اور صرف نماز و روزہ اور تسبیح و وظیفہ خوانی کو دین کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ حسن نیت ہو تو ہر دنیاوی جد وجہد، ہر سیاسی سعی و فکر۔ ہر تعلیمی عمل و خدمت ہر تجارتی شغل و کاروبار۔ ہر صنعتی ترقی و اقدام اور ہر ایجاد و اختراع سراسر دین ہے اور حسن نیت نہ ہو تو رات بھر کی نماز اور دن بھر کا کام کاج اکارت ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مذہب کو پیش کیا ہے اس میں دین و دنیا کی تفریق اگر کسی معنی میں ہے بھی تو کاموں کے امتیاز کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ دلوں کی نیتوں کے فرق کی وجہ سے ہے اور یہی وہ زمانہ ہے جس کی بناء پر اسلام جب دین بن کر آیا تو ساتھ ہی ساتھ سلطنت و حکومت کا پیام بھی لایا۔ بودھ مذہب میں دین الگ سے آیا اور دنیا الگ سے بنی اسرائیل کو دین ملنے سے چار برس کے بعد سلطنت ملی۔ عیسائیت کو حضرت عیسیٰ کے صدیوں کے بعد تخت کا منہ دیکھنا نصیب ہوا لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت مدینہ منورہ میں اپنے دین کا ممبر نصب فرمایا اسی وقت دنیا کا تخت بھی بچھ گیا اور اسی وقت عظیم الشان روحانی و تجارتی و سیاسی، علمی و تعلیمی غرض تمدن و تہذیب کے تمام شعبے اپنی اپنی جگہ پر قائم ہو گئے ۲۳ تیئیس برس کے اندر اندر خلیج فارس سے لے کر بحر ظلمات تک دین و اخلاق، علم و عمل، عدل و انصاف، اخوت و مساوات اور تہذیب تمدن کی ایک نئی دنیا پیدا ہو گئی۔ اہل اسلام و اہل کتاب کی مشترکہ و متحدہ قومیت نے انسانی اخوت کی ایسی نظیر پیش کی جس کی مثال دنیا نے نہیں دیکھی تھی اور عرب و عجم، ترک و چین، ہند و روم اور بربر و حبش نے مل کر کے علم اتحاد کے زیر سایہ ایسی اخوت عامہ کی بنیاد ڈال دی جس کے مناظر اس دور ترقی میں بھی نظر نہیں آ سکتے۔

اس تھوڑی سی مدت میں انقلاب کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ دین و دنیا کے کاموں

کی تفریق کی دیوار اس نے ڈھا دی تھی رہبانیت اور گوشہ نشینی کا کام اس نے عبادت نہیں رکھا تھا بلکہ ملکوں کی فتوحات ہوں، مدرسوں کی تاسیس ہو، تجارت کے بری و بحری سفر ہوں جنگی مشاغل ہوں یا امن و صلح کی کوششیں ہوں حصول رزق اور کسب دولت کی صحیح مساعی ہوں یا عزیزوں، بیکسوں اور مسافروں کی امداد کے کام ہوں۔ آل و اولاد اور زن و فرزند کی مخلصانہ خواہش یا خدا کے لئے تن تنہا جد و جہد اور جہاد ہو ان میں اپنے ہر کام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب میں دین تھا اس لئے ایک مسلمان کی زندگی کا ہر شعبہ ہر سعی و محنت اور جد و جہد جو خدا کی مرضی کے حصول کی خاطر ہو سراسر دین ہے۔

مسلمانوں کی گزشتہ تباہی و بربادی کا اصلی سبب یہی ہوا کہ انھوں نے دین و دنیا کی اس وحدت کے نکتہ کو فراموش کر دیا۔ بادشاہ دنیاوی کاروبار کا اور شیخ الاسلام دینی معاملات کا ذمہ دار بنا اور عیسائیوں کی طرح دین الگ اور دنیا الگ قیصر الگ اور خدا الگ قرار دیا گیا دینی کاموں کی فہرست الگ بنائی گئی اور دنیاوی کاموں کی فہرست الگ تیار کی گئی کچھ لوگوں نے اپنے کو خانقاہوں مسجدوں اور حجروں میں بند کر کے اپنے کو دین کا خادم کہلایا اور کچھ لوگوں نے دنیا کے بازاروں اور جد و جہد کی صفوں میں پہنچ کر اپنے کو دنیادار قرار دیا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل دین ہونے کے مدعی دنیا کے کاموں کے لائق نہ رہے اور کھلم کھلا اہل دنیا کہلانے والے خدا کے خوف و خشیت کو بھلا اور اس کی رضا کی دولت کو کھو بیٹھے۔

اب امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ پر فرض ہے کہ وہ دین و دنیا کی وحدت کے اس راز کو سمجھے اور اپنی نجات و فلاح کی تدبیر تلاش کرے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

تاریخ اشاعت ——— ۱۴۰۶ھ

تعداد ——— ۱۰۰۰۰

باھتمام

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ

اشرف منزل ۵/۷۳۴ - گارڈن ایسٹ - نزد لسبیلہ چوک

کراچی نمبر ۵ - فون : ۷۶۴۸۸

مشہور آفسٹ پریس میں طبع ہوا۔

اساسِ مِلّت

اسلام میں "یہ بُنیاد اقتصادیات کا کوئی نکتہ ، دولت کا کوئی خزانہ ، نسل و رنگ کا کوئی امتیاز اور ملک و وطن کی کوئی تحدید نہیں بلکہ دنیا کی سب سے بڑی لازوال اور وسیع و عالمگیر صداقت یعنی خدائے واحد پر ایمان ہے یہی توحید اسلام کا وہ نظام نامہ ہے جس پر اس کے دین اور اس کی دنیا دونوں کی بنیاد ہے":

سید سلیمان ندوی رحؒ

(خطبہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)